

جناب شاہ بلغ الدین صاحب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا اور شخصیت حسنہ

رنگ میں ملاحت بیان میں فصاحت، چوڑا ماتھا، پتلے ابرو، بڑی بڑی آنکھیں ان میں لال ڈورے، اونچی ناک، کشادہ ذہن، موزوں رخسار، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد سجیلا تھا، نہ بڑا تھا نہ چھوٹا مگر تھا ذرا نکلتا ہوا۔ ایک بات خاص تھی۔ کوئی ساتھ ہوتا تو اس کا قد دب جاتا۔ آپ ہی بلندو بالا نظر آتے۔ رسالت پناہ کی صحت نہایت اچھی تھی۔ بدن بھاری نہ ہلکا، درمیانہ تھا۔ قامت کے لئے نہایت زیبا، جلد نرم، سینہ فراخ، پیٹ دبا ہوا، سر بڑا تھا۔ بال کالے ملائم اور لمبے تھے۔ کوئی کھتا کان کی لوہک پہنچتے، کوئی کھتا کندھے پر پڑے رہتے۔ داڑھی گول گھنی، قریب تھا کہ سینہ ڈھک لے، موچھیں ترشی ہوئی۔ سید العرب والنجم کو اللہ نے احسن تقویم کے کمال پر پیدا کیا تھا۔ براہ ابن عازب سے پوچھا گیا کہ کیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھڑا تھا، طوار کی طرح لمبا اور پتلا؟ بولے ”نہیں! مجھے تو ماہتابی معلوم ہوتا تھا۔“ روایتیں ہیں کہ بالکل گول نہیں تھا۔ ذرا کتابی چہرہ تھا۔ روشن روشن، تاباں تاباں! کعب بن مالک کہتے ہیں کہ کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک کھل اٹھتا۔ انہوں نے تشبیہ دی کہ روئے مبارک چاند کا ٹکڑا بن جاتا۔ یہی حضرت ابو بکرؓ بھی کہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ چہرہ چاندی کا بالہ تھا۔ آنحضرتؐ کے بازو سڈول، ہتھیلی چوڑی اور بھرواں، انگلیاں لمبی اور بھرواں، ایڑی پتلی، پاؤں گداز اور ان کی جلد روغنی تھی۔ پیر دھوتے تو پانی ڈھلک جاتا تھا۔ رفتار میں متانت تھی، وقار تھا اور فروتنی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپ چلتے تو معلوم ہوتا کہ زمین خود ہی لپٹی جا رہی ہے۔ تیز رفتار نہ تھے لیکن ہم ساتھ نہ دے سکتے تھے۔ قدم ملائے تو محسوس ہوتا جیسے ہم دوڑ رہے ہیں۔ پیدل نکل کھڑے ہوتے اور صحابہ کرامؓ کا ساتھ ہوتا تو فرماتے کہ آگے آگے رہو میرے پیچھے فرشتوں کی جگہ ہے۔

والدہ محترمہ نے ”محمد“ نام رکھا۔ دادا نے اسی نام کا اعلان کر دیا۔ لوح محفوظ پر بھی یہی نام لکھا تھا۔ یہی اسم ذات ٹھہرا اور اسمہؓ کا جگر گوشہ اسم بامستی نکلا۔ قسطلانی نے لکھا یہ اسم گرامی حضرت اسمہؓ کو خواب میں القا ہوا۔ ابو نعیم بھی یہی کہتے ہیں: یہ بخت و اتفاق نہیں فیصلہ ربانی تھا۔

”آل عمران“، ”الاحزاب“ اور ”الفتح“ میں یہی نام آیا اور قرآن حکیم کی ایک پوری سورت کا نام ہے ”محمد“ اسکی دوسری آیت میں رب المشرقین و رب المغربین نے پھر یہی پیارا نام لیا ہے۔ نام محمد

! جس پر اللہ تعالیٰ بھی اور اسکے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد آنے والا ”احمد“ ہوگا۔ آپؐ محمدؐ بھی کہلائے احمد بھی اور کئی ناموں سے پکارے گئے حتیٰ کہ رب کریم نے رؤف و رحیم کے نام سے بھی پکارا۔ مواہب اور شرح مواہب میں آٹھ سو نام ملتے ہیں۔ ایک ایک نام ایک ایک دیہستان ہے۔ جبر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں محمدؐ ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، ماج ہوں، خاتم ہوں، عاقب ہوں۔ حاشر، خاتم اور عاقب ایسے نام ہیں جو صاف بتاتے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی نہیں۔ نگاہ پاک، ذہن پاک، کپڑے پاک ”المدثر“ اور ”الزمل“ کہلانے والے صاحب صدق و صفا کارواں رواں پاک تھا۔ ہاتھ پاؤں ستھرے، چہرہ تروتازہ، دانتوں میں موتی ذلک، ہیرے کی للک، سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا شگاف تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ فصل بڑا حسین معلوم ہوتا تھا۔ تازہ وضو کے جویا نہانے کے خورگ، مسواک کے عادی اور عادی بھی ایسے کہ بستر مرگ پر بھی یہ اسوہ نہ چھوٹا۔ ارشاد تھا کہ ”مسواک کرنے سے بینائی کو جلا ملتی ہے“۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ فرمان تھا: ”مسواک کرنا۔ بجز موت کے ہر بیماری سے شفا دیتا ہے“۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے سنا، آپؐ نے فرمایا کہ ”مسواک کرنا فصاحت کو بڑھاتا ہے“۔ آپؐ طاہر بھی تھے طیب بھی۔ بدن میں خوشبو، سانس میں مہک پسینہ بھی معطر تھا۔ ارشاد تھا کہ ”میری امت پر بار ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمانوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم دیتا“۔

ختمی مرتبت دیکھنے میں خوشرو، میل ملاپ میں خوش اخلاق، یکٹائے زمانہ اور یکٹائے روزگار تھے۔ آپؐ کی خاموشی میں جلال تھا۔ گویائی میں جمال۔ اللہ جمیل اور آپؐ بحسب الجبال تھے۔ اپنی ذات کے لئے آپؐ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ کبھی کوئی ناشائستہ لفظ زبان سے نہ نکلا، کبھی کسی کا برا نہ چاہا، کبھی کسی کا دل نہ توڑا۔ دوستوں کیلئے رؤف و رحیم، دشمنوں کیلئے کریم اور حلیم۔ انتقام کی جگہ احسان فرماتے، کمال کی قدر کرتے، شمسواروں کا دل بڑھاتے نیزہ بازوں کی پٹھ ٹھونکتے۔ پیرائی کے ماہر اور کشتی میں طاق تھے۔ شعر سننے، خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ معمار بھی تھے، عمارت ساز بھی، محنت سے کبھی جی نہ چراتے۔ اپنا ہی نہیں دوسروں کا کام بھی کر دیا کرتے۔ سودا سلف لانے سے عار تھا نہ جھاڑو جھنکے سے پرہیز، آپؐ نیک نای سے خوش ہوتے بدنای کو ناپسند فرماتے۔ مہمانوں کی تعظیم کرتے اور ہمسائیوں کی تکریم، حیا ایسی تھی لحاظ ایسا کہ صاحب قاب قوسین ہو کر بھی تمکنت سے نہ بیٹھتے تھے۔ صحابہؓ گرد ہوتے تو پیر نہ پھیلاتے۔ کوئی اجنبی ہوتا تو تواضع سے پیش آتے سچے ایسے کہ چشم فلک نے ایسا سچا کوئی نہ دیکھا۔ دوست تو دوست دشمن بھی اسکا اعتراف کرتے، بدر کی لڑائی ہو رہی تھی، میدان جنگ میں طواروں کی جھنکار اور تیروں کی پھنکار میں بنوزہرہ کے

سردار اخس بن شریق نے ابو جہل سے پوچھا۔ ”کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا جھوٹے؟ دل کی بات بتانا چاہتا ہوں پر پردہ نہ ڈالنا۔“ وہ ایک زمانے کا بیری، کبر و نخوت کا پتلا، نعرہ حق سننا تو اس کے دل میں آگ بھڑکتی، سر پر گال گرتی، سینے پر سانپ لوٹ جاتا کانوں میں بادل کڑکتے اور آنکھوں میں بجلی کوند جاتی وہ ظالم تو صفا کی پہاڑی پر اللہ کے رسولؐ کو زخمی کر چکا تھا۔ بار بار آپ کے قتل کے منصوبے بنا چکا تھا مگر اس موقع پر دل کی بات کہہ گیا کہ ”آدمی سچے ہیں۔ جھوٹ کبھی انکی زبان پر نہیں آتا۔“ حضرت علیؓ و نازعہ بن کعب کی روایت ہے اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ”ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے آپ کے پیام کو جھٹلاتے ہیں۔“ ایسی ہی بات ابوسفیان کی زبان سے بھی نکلی تھی۔ حضور اکرمؐ نے قیصر روم کو جب اسلام کی دعوت بھیجی تو اتفاق سے ابوسفیان ان دنوں شام میں مقیم تھے قیصر نے انہیں بلا بھیجا اور پوچھا کہ جو نبی تمہارے ملک میں پیدا ہوئے ہیں کیسے آدمی ہیں؟ ابوسفیان نے جو اس زمانے میں اسلام نہیں لائے تھے کچھ بھی کہہ سکتے تھے۔ حق ان کی زبان پر آگیا کچھ یوں بولے کہ ”سچے ہیں، ایماندار ہیں، اچھے ہیں۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے ان میں برائی بس اتنی ہے کہ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں۔“ ہمارے ہادی برحق زبان کے سچے، قول کے پکے اور معطلے کے کھرے تھے۔ دل صاف تھا ایسا کہ سچا موتی۔ لہجہ شیریں باعین میٹھی۔ ہر لمہ ہر گھڑی ”قولوا للناس حسنا“ پر عمل پیرا تھے۔ حق کے سوا کبھی زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا۔ باتوں میں گلوں کی خوشبو تھی، جو کچھ ٹھہر ٹھہر کے کہتے، کوئی گنتے والا چاہتا تو الفاظ گن لیتا۔ ہاتھ کھلا تھا، ظرف بڑا تھا، لیکن سخاوت کا یہ حال جیسے بہتی ہوا۔ رکاوٹ تھی ہی نہیں۔ پلے کچھ نہ ہوتا تو قرض لے لیتے۔ لیکن سخی دانا سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ خوشحالی اور شگستگی دونوں حالتوں میں دیتے جاؤ۔ بیواؤں، یتیموں، مسافروں اور بے نواؤں کے غمگسار، زندگی بھر یہی کرتے رہے کہ منہ کا نوالہ بھی دوسروں کو دے دیتے۔ فقر و غنا کی ایسی شان کہ کیا کسی نے دیکھی ہوگی۔ بڑے صابر، بڑے شاکر تھے۔ وقت بیکار کبھی نہ کھوتے۔ شب و روز کو عین حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ ایک حصہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے بخش کر رکھا تھا، ایک حصہ بندگان خدا کی خدمت میں لگاتے اور ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لئے وقف تھا۔ اوقات کی یہ بڑی صحت مند تقسیم تھی۔ بیوی، بچوں کا پورا حق ادا کرتے۔ نقطہ عدل سے ذرا نہ ہٹتے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے، لیکن ضد سے بچتے اور ترش رو بالکل نہیں تھے۔ جس سے ملے مسکرا کر ملتے۔ نبوت کی گرانبار ذمہ داریوں نے آپؐ کو خشک مزاج نہیں بنایا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے تو مسرت کی لہر دوڑ جاتی۔ بے جا اور غیر متعلق بات کبھی نہ کرتے، مجلس میں تمقہ نہ لگاتے، بغیر اجازت کسی کے گھر نہ جاتے۔ سلام میں پہل کرتے، بچوں سے پیار کرتے، بیماروں کی عیادت

فرماتے۔ خود نماز پڑھتے تو چاہتے کہ لمبی ہو جائے۔ خطبہ دیتے تو کوشش کرتے کہ مختصر ہو جائے۔ اکثر قبلہ رو رہتے۔ ذرا فرصت ملتی تو ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے۔ ارشاد تھا کہ ”میں زمانہ امن میں بھی رحمت اور زمانہ جنگ میں بھی رحمت“۔ مسلمانوں کو جہاد پر بھیجے تو نصیحت فرماتے۔ ”یاد رکھو تم میں خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے جو کردار کا اچھا ہے۔ جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں ہر دم انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ اور ہر وقت انکی بھلائی کا خیال رکھو“۔ مجاہدوں سے ارشاد فرماتے، ”اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر کافروں سے لڑنا۔ خیانت و بد عہدی سے بچنا۔ لاشوں کو بے حرمت نہ کرنا۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے اچھا سلوک کرنا۔ انہیں قتل نہ کرنا“، آخر میں ارشاد فرماتے کہ ”میں تمہارے فرض کی امانت اور تمہارے اعمال کے تیلخ کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں“۔

دنیا کتنی ہے جنگ میں ہر بات روا ہے۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی کہ جنگ کے بھی آداب ہیں۔ انہیں ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ ساتھ ہی فرمایا کہ جنت طواروں کی چھاؤں میں ہے۔ جہاد (قتال) دین کا کوہان ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جس کے صلے میں اللہ تعالیٰ حیات جاوید عطا فرماتا ہے۔ یہاں کلنے کی بات جو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ کہ مسلمان میدان جہاد میں ہوتا ہے تو سخت نظم و ضبط کا پابند ہوتا ہے۔ بلاوجہ خون ریزی نہیں کرتا۔ ”سورہ بنی اسرائیل“ کے مطابق صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ لڑائی کو مال دس۔ صلح و صفائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اس پر بھی دشمن نہ مانتا تو اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہوتے رحمۃ للعالمین کے عہد کی کوئی لڑائی جارحانہ نہیں تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ کشور کشائی کیلئے آپ نے کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ مال غنیمت کبھی آپ کا مطلوب و مقصود نہ رہا۔ غنیمت کے احکام تو بدر کے لڑائی کے بعد آئے۔ عبد اللہ بن حبش نے جو غنیمت نکالی تھی اسے آپ نے اس وقت تک ہاتھ نہ لگایا جب تک اللہ کا حکم نہ آیا۔ فتح کے بعد آپ کا طریقہ یہ تھا کہ عین دن آپ اس جگہ قیام فرماتے۔ لڑائی کے بعد پھر کبھی ایسا نہ ہوتا کہ دشمن کو کسی عنوان سے پریشان کیا جاتا۔ ایک بات سرور کائنات میں ایسی تھی جو کسی سپہ سالار نے نہ دیکھی نہ سنی۔ وہ ہے خون انسانی کا احترام۔ پیغمبروں میں کسی نے آپ کے برابر لڑائیاں نہیں لڑیں۔ دنیا کے بہت سے عظیم فرماؤں نے بھی اتنی لڑائیوں کی کمان نہیں کی، لیکن جب اللہ کے آخری نبی نے دنیا سے پردہ فرمایا تو دس لاکھ مربع میل کے رقبہ پر لالہ الا اللہ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اتنی بڑی مملکت کی قیام کیلئے تلوار نے نہیں آپ کی تعلیمات اور آپ کے خلق عظیم نے کام کیا۔ اس حقیقت کو معلوم کرنا ہو تو یہ دیکھئے کہ عہد نبوی کی جنگوں میں جو دس سال کے عرصہ پر محیط رہیں کتنے لوگ کام آئے؟ ایک سو بیس مسلمان اور ڈیڑھ سو سے کچھ زیادہ مشرک خون انسانی کا یہ احترام دنیا کے کسی خطہ کی تاریخ اور کسی

دور میں نہیں ملتا۔ اس قدر سچ ہے یہ بات کہ جنگ ہو یا امن ہر حال میں آپ دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت تھے۔ صاحب تاج والمعراج مبلغ بھی تھے معلم بھی مصلح بھی تھے مرشد بھی ہر طرح نمونہ کامل تھے۔ رزم ہو یا بزم ہو بندوں میں سب سے اعلیٰ، خالق کے سب سے زیادہ محبوب تھے اور آپ ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے دن میں روزے رکھتے روزے بھی ایسے کہ منسل رات کو نمازیں پڑھتے، نمازیں بھی ایسی کہ مسلسل ذکر و اذکار تسبیح و تحلیل الگ عرض کیا جاتا کہ اللہ نے آپکو برگزیدہ بندہ بنا کر پیدا کیا ہے۔ اگر آپ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی محنت نہ اٹھائیں تو کیا حرج ہے؟ خود اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ ہم نے یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ جواب میں ارشاد ہوتا کہ ”کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ کبھی اپنی صاحبزادی سے فرماتے کہ خبردار فاطمہؑ یہ سمجھنا کہ تم میری بیٹی ہو عمل سے بیٹی ہو۔ عمل سے اپنی عاقبت کو سنوارو مجھے خود نہیں معلوم کہ مجھ پر کیا گزرے گی؟ اللہ اللہ! کیا پاکیزہ تعلیم تھی۔ کتاب و حکمت کا کیسا سچا اور اچھا درس تھا۔ یہی تو حجہ الوداع کے آخری لمحوں میں کوئی سوا لاکھ بندگان خدا سے جو اس موقع پر حاضر تھے دریافت فرمایا کہ کیا میں نے اللہ کا ایک ایک حکم تم تک نہیں پہنچایا؟ ایک زبان ہو کر سب نے اقرار کیا کہ بے شک یا رسول اللہ! آپ نے اللہ کا ایک ایک حکم ہم تک پہنچا دیا۔ قلب و نظر، شمس و قمر، کوہ و بحر سب گواہ تھے کہ پیغمبری کا حق ادا ہوا۔ انسانی سروں کا ٹھانٹھا مارتا ہوا سمندر تھا جو یہ گواہی دے رہا تھا کسی نبی کو کسی امت نے ایسا نہ چاہا جیسے آپ چاہے گئے۔ کسی رسول نے اپنی زندگی میں اپنے ملنے والوں کی اتنی بڑی تعداد نہ دیکھی۔ جواب سنکر دانائے سبل ختم المرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مولیٰ! سن لے تیرے بندے کیا کہتے ہیں؟ جب بندوں کا لفظ زبان پر آیا تو انگشت شہادت سے زائرین حج کی طرف اشارہ کیا۔ فضاء میں ہر طرف تسبیح و تقدیس کا ہمہ تھا۔ دل میں درود و سلام اور لب پر درود و سلام لیے اللہ کے نیک بندے ہادی برحق کی ایک ایک بات سن رہے تھے۔ اللہ کے ہی گھر مسجد منورہ جانے کیلئے اوٹنی ”قصوی“ کے کجاوے میں سوار ہوئے تو مسرودہ سنایا گیا۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً“ آج ہم نے اپنے دین کو مکمل کر دیا۔ اپنی نعمتیں بندوں پر تمام کیں اور اسلام کو سب کا دین بنا کر خوش ہیں۔ اے سجان اللہ کیا مسرودہ تھا اِن دن کا تو صبح ازل سے انتظار تھا۔ اللہ نے ختمی مرتبت کو قبولیت دی تو بے پناہ قرب عطا فرمایا تو دائمی اے خوشا! کیا مقام ہے بے مثل، بے نظیر

اے شمشاہ رسل ختم رسل فخر رسل خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا
تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا با نبی خوب ہوا خوب ہوا